

## بچوں کی عزتِ نفس اور بہتر معاشرتی تشکیل

محمد علم اللہ

”خدا جانے میں نے ایسی کون سی خطا کی تھی جو تم جیسی نالائق اولاد سے مجھے نوازا۔“  
 ”میری ساری اولاد نالائق نکل گئی۔“

”مجھ سے دوبارہ اس طرح بات مت کرنا، ورنہ تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔“

”جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ جب تک معاف نہ کر دوں، تم جہنم میں رہو گے۔“

یہ چند ایسے جملے ہیں، جو اکثر ہمارے آس پاس بدسلوکی کے شکار اور نظر انداز کیے جانے والے بچے اپنے والدین یا بزرگوں سے سنتے رہتے ہیں۔ زبانی بدسلوکی یا جسمانی تشدد، اکثر اوقات نادانستہ طور پر سرزد ہو جاتا ہے اور ہمیں اس کے خطرناک اثرات کا علم تک نہیں ہوتا۔

بچوں کے ساتھ بدسلوکی کو نظر انداز کرنے کے دُور رس اثرات ہوتے ہیں۔ ایسی بدسلوکی کا شکار شخص جوانی بلکہ بڑھاپے تک اس کے اثر سے نہیں نکلتا، اور نتیجے کے طور پر زندگی بھر دوسرے انسانوں کو جلاتا، گھلاتا اور تباہ کرتا رہتا ہے۔ ایسا رویہ اگر مذہبی گھرانے یا افراد کے ہاں پایا جائے تو متاثرہ بچہ، خود اسلام سے بے زار ہو سکتا ہے، اور بہت سی صورتوں میں ایسا دیکھا گیا ہے۔

اس کے باوجود ہمارے معاشرے میں والدین یا خاندان کے بزرگوں کی طرف سے بچوں کے ساتھ بدسلوکی، بدتمیزی اور تشدد کو جائز بلکہ ان کی تربیت کے لیے ایک مناسب عمل تصور کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ ہمارے معاشرے کا ایک ایسا روگ ہے جو مستقل ہمارے گھر اور خاندان کو تباہ کر رہا ہے اور ہمیں اس کا احساس تک نہیں۔

والدین کے ساتھ ساتھ دیگر رشتہ داروں کی جانب سے بھی کئی مرتبہ اس قسم کا رویہ روارکھا

جاتا ہے، مگر خاندان کی عزت کے نام پر ہم خاموش رہتے ہیں اور اس کا ٹوکس تک نہیں لیتے۔ یقین جانے اس طرح کے ظلم اور اذیت کے سنگین اثرات مرتب ہو سکتے ہیں، جو بچے کو اس کی بڑھتی عمر کے دوران منفی طور پر متاثر کر سکتے ہیں، جس کے اثرات اس کی ذہنی یا جسمانی صحت پر بھی پڑ سکتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں تو خیر اسے کوئی مسئلہ ہی نہیں سمجھا جاتا، لیکن مغرب میں بچوں کے ساتھ بدسلوکی کے چند طویل مدتی مطالعات کیے گئے ہیں، جن میں سے چند ایک کے نتائج کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے: دماغی نشوونما میں خرابی، زبان میں لگاڑ اور تعلیمی معذوری کا باعث بننا، خراب جسمانی صحت جیسے دل کی بیماری، ہائی بلڈ پریشر اور ذیابیطس جیسی سنگین بیماریوں کا شکار ہونا۔ نفسیاتی مرض، کمزور اعصاب اور سماجی مشکلات کا پیدا ہونا۔ ڈپریشن یا مسلسل مایوسی کا شکار ہونا، بے چین رہنا، کسی لت میں پڑ جانا وغیرہ۔ اسی طرح جنسی بے راہ روی، منشیات، شراب نوشی اور دوسروں کے ساتھ بدسلوکی جیسے مسائل جنم لینے لگتے ہیں۔ اپنے والدین یا خاندان کے دیگر افراد کی طرف سے بدسلوکی کے بعد ان بچوں کا اپنے بزرگوں کے ساتھ جو رشتہ ہوتا ہے وہ بھی کمزور ہوتا ہے، یا ٹوٹ جاتا ہے، اور بعض صورتوں میں تو اعتماد بحال کرنا ایک ناممکن کام بن جاتا ہے۔

ہارورڈ یونیورسٹی کے مجلے *The Harvard Gazette* (اپریل ۲۰۲۱ء) کے مطابق سماجی علوم کی ماہر ڈاکٹر کیٹی مک لافلن (Katie McLaughlin) اور جان لوئب (John Loeb) نے اپنی رپورٹ *How Spanking may Affect Brain Development in Children?* میں کہا ہے کہ تھپڑ مارنے اور جسمانی تشدد سے بچوں کی دماغی نشوونما کو عین اسی طرح نقصان ہوتا ہے جس طرح شدید تشدد میں ہوتا ہے۔ اس سے بچوں کی دماغی صحت متاثر ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں دماغ کے وہ حصے بھی متاثر ہوتے ہیں جو فیصلہ سازی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

اگرچہ یہ مطالعہ مختصر ہے، لیکن اس میں تین سے گیارہ برس کے ۱۴۷ ایسے بچوں کا انتخاب کیا گیا، جو اسکول یا گھر میں مار کے شکار ہو رہے تھے۔ ایسے بچوں کے ایک دماغی گوشے پر فرینٹل کورٹیکس (PFC) کی سرگرمی متاثر ہوتی ہے۔ بچوں پر تشدد سے ان کی نشوونما متاثر ہوتی ہے۔ ماہرین نے کہا ہے کہ بچوں کی پٹائی دائمی ڈپریشن، اداسی اور بے چینی کی وجہ بنتی ہے۔

اسلام میں والدین کو بہت اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ والدین کی عزت و تکریم کا نہ صرف حکم

دیا گیا ہے بلکہ انھیں اُن تک نہ کرنے کو کہا گیا ہے۔ تاہم، اس احترام کے نام پر خود والدین کو بچوں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔ جہاں قرآن میں والدین کے حقوق کا تذکرہ کیا گیا، اسی طرح انصاف اور عدل کو بھی قائم کرنے کے لیے کہا گیا ہے، چاہے کسی کو اپنے والدین یا رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ بولنا پڑے۔ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوِّمِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ  
أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ؛ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَآلِلَهُ أُولَىٰ بِمَنْدَقَةٍ فَلَا تَتَّبِعُوا  
الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا، وَإِنْ تَلَّوْا أَوْ تُعْرَضُوا فَأِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿٥٥﴾  
(النساء: ۴: ۱۳۵) اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف کے علم بردار اور خدا واسطے  
کے گواہ بنو، اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا  
تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مال دار ہو  
یا غریب، اللہ تم سے زیادہ اُن کا خیر خواہ ہے۔ لہذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل  
سے باز نہ رہو۔ اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو  
کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا ابْنِينَ أَوْلَادِكُمْ  
(صحیح بخاری) ”اللہ سے ڈرو، اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو“۔ ایک اور روایت کے  
الفاظ یوں ہیں: فَلَا تَشْهَدْنِي إِذَا قَاتَىٰ لَا اَشْهَدَ عَلَيَّ جُور (صحیح بخاری، صحیح مسلم)  
”تب مجھے گواہ مت بناؤ، میں ظلم پر گواہ نہیں بن سکتا“۔

یہاں پر ہم کچھ اپنے معاشرے سے مثالیں پیش کرتے ہیں، جن میں دیکھیں گے کہ  
والدین یا سرپرستوں کی جانب سے بچوں کے ساتھ اس قسم کا رویہ اپنایا گیا تو ان کے ساتھ کیا ہوا؟  
ان براہ راست مکالموں کی رپورٹنگ میں احتیاط کی خاطر شناخت ظاہر نہیں کر رہے۔

● میرے والد نشے کے عادی ہیں۔ انھوں نے ماضی میں اپنے والدین کے رویے کی وجہ  
سے بڑے ہو کر لوگوں کو دھوکا دیا، چوری کی اور ہر وہ غلط کام کیا جو وہ کر سکتے تھے۔ وہ مجھے اور  
میرے بہن بھائیوں کو مجبور کرتے ہیں کہ ہم انھیں بڑی رقم دیں، خاص طور پر جب ہمیں اپنی یونیورسٹی

سے وظیفہ ملتا ہے کہ وہ رقم انھیں دی جائے۔ ایک بار یوں ہوا کہ میں نے اپنی والدہ کو اس رقم کے بارے میں بتایا جو میں نے انھیں دی تھی۔ اس پر گھر میں قیامت برپا ہوگئی، غصے میں انھوں نے اماں کو طلاق دے دی اور آج بھی میرے والد مجھ پر ان سے طلاق کا الزام لگاتے ہیں۔

جب مجھے ان کے نشے کی لت کے بارے میں پتہ چلا تو میں نے انھیں سنبھالنے اور علاج کی کوشش کی۔ مگر اُن کا واحد مطالبہ پیسے ہیں، تاکہ وہ مرضی سے نشہ خریدیں۔ چونکہ یہ کام مجھ سے اُن کی مرضی کے مطابق نہیں ہوتا تو وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ ”میں تم سے خوش نہیں ہوں۔ اس لیے تم کبھی جنت کی خوشبو نہیں سوگھ سکو گے۔“

کئی مرتبہ مجھ پر شدید نفسیاتی حملہ ہوا۔ ایک مرتبہ تو مجھے یقین ہو گیا کہ میرے والد نے جو کہا تھا وہ سچ تھا۔ میں نے اس وقت یہاں تک سوچا کہ خودکشی کر لوں اور اپنے آس پاس کے لوگوں پر بوجھ نہ بنوں۔ اب بھی صرف ایک ہی بار ان کی آواز سنتا ہوں جب انھیں پیسے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُن کی اس قابلِ رحم اور دوسروں کے نزدیک شاید قابلِ نفرت حالت کے پیچھے، میرے دادا کے ہاتھوں اُن پر بچپن کا تشدد اور تذلیل ہے، جس نے اُن کی شخصیت مسخ کر کے رکھ دی۔

● ایک اور نوجوان کا کہنا تھا کہ ”ماں باپ سے اولاد کے تعلق کے بارے میں کچھ بولنے یا بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارا پورا وجود والدین کے لیے سپاس گزاری کا تقاضا کرتا ہے۔ ہم میں سے کتنے ہی لوگ ہیں جن کے دل اپنے بچپن کی نسبت سے، اپنے باپ کی طرف سے میلے اور دکھی رہتے ہیں۔ اس کی ایک ہزار وجوہ ہو سکتی ہیں۔ اگر میں اپنی ماں کے ساتھ کسی کو بدتمیزی کرتے ہوئے مسلسل دیکھوں گا، اپنے یا اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ گالم گلوچ کرتے دیکھوں گا تو میرا دل اس شخص کے لیے کیسے نرم اور گداز ہو سکتا ہے؟ بھلے رشتے میں وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ کیا کسی کے لیے ممکن ہے کہ وہ اپنی ماں کی سسکیاں، اس کی تذلیل، چہرے پر طمانچے سے پڑے نیل یا پھر کھانے میں معمولی نمک کی کمی پر پلٹ اٹھا کر پھینک دینے اور گالم گلوچ کی اذیت کو بھول جائے؟ یا معمولی معمولی بات پر بہن بھائیوں کو تھپڑ جڑتے اور گالیاں اور طعنے سنتے دیکھے!

ہم سب کے حافظے میں ایسے واقعات یا اس سے ملتی جلتی وارداتیں محفوظ ہوتی ہیں۔ جس وقت ہماری ماں کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہوتی ہے، اس وقت ہم اس لائق تو نہیں ہوتے کہ باپ کا

ہاتھ پکڑ لیں، لیکن دل میں گانٹھ تو پڑ ہی جاتی ہے۔ اس کے بعد اگر کبھی ہم ابا جان پر جاں نثار ہونے کا مظاہرہ کریں تو اس حرکت کو کیا کہا جائے گا؟ منافقت؟ کیونکہ ہمارے دل میں والد کے لیے فطری احترام کا جذبہ ختم ہو چکا ہوتا ہے، اور تشدد نے اپنا زہر ہمارے وجود میں اُنڈیل دیا ہوتا ہے۔ ایک المیہ یہ بھی ہے کہ ہمارے یہاں ان نصیحتوں کا تو انبار ہے کہ باپ کے سامنے اف تک نہ کرو، باپ کی فلاں فضیلت ہے، وہ اگر ہڈیاں بھی توڑ دے تو یہ اس کا حق ہے، لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ یہی صاحبین اس پہلو سے تقریباً نہ ہونے کے برابر گفتگو کرتے ہیں کہ اولاد کا باپ پر کیا حق ہے؟ اب تک تو یہی بتانے پر زور ہے کہ سارے حقوق و فضائل باپ کے ہیں، ساری تعلیمات کا زور اولاد کو یہ باور کرانے پر ہے کہ انھیں کیا کرنا ہے؟ مگر باپ ہونے کے ناتے اولاد کے لیے اس کی ذمہ داریوں کی یاد دہانی کراتے رہنے کو شاید فضول جانتے ہیں!

اس طرح کی ہزاروں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ کیا اس کے ذمہ دار محض بچے یا اولاد ہیں یا مساوی طور پر وہ والدین ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو مستقل اذیت دے کر ان کی زندگیوں کو تباہ و برباد کیا ہے؟ اس حوالے سے ہمیں سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کہیں ہم غیر شعوری طور پر اپنی اولاد کی نظروں میں ایک ولن اور ناپسندیدہ انسان تو نہیں بن رہے ہیں؟

اس بابت جمعے کے خطبات اور دیگر ذرائع سے بھی لوگوں کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم والدین کے حقوق کے بارے میں تو ہر جگہ سنتے ہیں، لیکن بچوں کے حقوق اور عزتِ نفس کے حوالے سے عموماً خاموشی اختیار کی جاتی ہے۔ ایک صحت مند معاشرے کے قیام کے لیے ہمیں اس رویے کو نہ صرف ختم کرنا ہوگا بلکہ ایسے والدین اور سرپرستوں کو عظیم نقصان سے خبردار کرنا چاہیے۔ نیز نبی اکرمؐ جس شفقت سے بچوں سے پیش آتے تھے اس اسوۂ حسنہ کو بھی پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام نے بہتر معاشرے کے قیام پر زور دیا ہے اور یہ معاشرہ اسی وقت ممکن ہے جب سب کے حقوق کا تحفظ ہو۔ یہ بات ہمیں بچپن ہی سے بتائی جاتی ہے کہ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں سے پیار اسلامی تعلیمات کا اہم حصہ ہے۔ بدقسمتی سے بڑوں کے ادب کا خیال تو رہتا ہے مگر بچے پیار سے محروم رہ جاتے ہیں!